حکیم عمر خیّام: تعارفی مطالعہ

ڈاکٹر امجد جاوید
ایسوسی ایٹ پروفیسر فارسی
گورنمنٹ کالج آف سائنس، وحدت روڈ، لاہور

OMAR KHAYYAM AS A POET

Amjad Javed, PhD
Associate Professor of Persian
Govt. College of Science, Wahdat Road, Lahore

Abstract

Omar Khayyam is one of the most celebrated poets of Persian language. He lived during the reign of Saljuqs in Khorasan. Basically he was a mathematician and during his life time nobody even knew about his poetic skills. He was also known as an astronomer. The verse attributed to Omar Khayyam contributed greatly to his popularity and fame in the modern time. Today he is widely known for his Rubayaat instead of his scientific interests. This article endeavors to cover Khayyam's poetic aspect.

Keywords:

ابراہیم الخیامی، عمر خیام، بلخ، نیشاپور، عربی، تاریخ ادبیات در ایران، خمکدہ خیام

عمر خیام کی ہمہ جہت شخصیت پر نظر دوڑانے سے پہلے ضروری ہے کہ اس دور کے ادب پر نظر ڈال لی جائے اور اسی پس منظر میں اس نامور شخصیت کو خراج تحسین پیش کیا جائے جس کے بارے میں فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ وہ ریاضی دان تھا یا شاعر، علم ہیئت کا ماہر تھا یا بہت معتبر ماہر نجوم اور فلسفی (۱) لیکن یہاں پر ہم سلجوقی دور کے اس اہم سپوت کو شاعر کی حیثیت ہی سے دیکھیں گے جو اسلامی عظمت و بزرگی کا سنہرا عہد کہلاتا ہے۔ خلافت عباسیہ کے زوال کے وقت جب مملکت اسلامی کی دیواریں ہل رہی تھیں اور نظام حکومت میں ہر طرف ایک انتشار کا دور دورہ تھا، اس وقت یہی سلاجقہ تھے جنھوں نے عالم اسلامی کو سیاسی انتشار اور پراگندگی سے نکال کر اتحاد و یگانگت کی نئی روح عطا کی اور اس کی کھوئی ہوئی عظمتوں کو از سر نو حاصل کر کے ایک ایسی حکومت کی بنیاد رکھی جس نے تہذیب و تمدن، علم و فضل، دولت و ثروت، روحانیت و اخلاق کی قدروں کو بلند کیا اور مسلمانوں کو وہ سب کچھ بخشا جسے وہ اپنے افتراق و اختلاف سے کھو چکے تھے۔ اس لیے سلاجقہ کو اسلام کے ایک روشن باب کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سلجوقی نسلاً ترک تھے اور ان کا عہد ۴۲۹ھ سے ۷۰۰ھ تک قائم رہا۔ ''طغرل'' پہلا سلجوقی بادشاہ تھا جس نے غزنویوں کو شکست دے کر ۱۴۲۹ء میں ''نیشاپور'' میں اپنی بادشاہت کا اعلان کیا جو بڑھتے بڑھتے پورے ایران میں چھا گئی اور نئی نئی فتوحات حاصل کیں۔ اس عہد کے بادشاہوں میں ''الپ ارسلان''، ''ملک شاہ'' اور ''سلطان سنجر'' خاصے مشہور ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ فارسی شاعری کا آغاز عربی قصیدہ کی تقلید سے ہوا۔ سلجوقی عہد میں عربی زبان ہی کو ذریعہ تعلیم کی حیثیت حاصل تھی۔ اس عہد میں شعراء، علما اور ادبا کی بڑی قدر دانی تھی۔ شاعری کے علاوہ نثر میں بڑی بڑی شاہکار تخلیقات سامنے آئیں۔ اس عہد میں مثنوی، قصیدہ اور رباعی کو بہت عروج حاصل ہوا۔ بابا طاہر عریاں، ابو سعید ابوالخیر اور ''عمر خیام'' رباعی کے نمائندہ شاعر تھے اس کے علاوہ ناصر خسرو، امیر معزی، حکیم سنائی، انوری، خاقانی، نظامی گنجوی، ظہیر فاریابی اور رشید الدین وطواط اس دور کے نامور شعرا میں سے ہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ عمر خیام علما و اکابر و سلاطین کے نزدیک بڑا معزز تھا حکمت میں بو علی کا جانشین اور ریاضی میں پیشوائے روزگار تھا۔

نجوم میں اس کے فیصلے معتبر مانے جاتے تھے۔ اس نے خاصی طویل عمر پائی۔ ''تقویم جلالی'' کے بعد تقریباً پچاس سال زندہ رہا۔(۲) فروغی یہ بھی لکھتے ہیں کہ خیام نے بلخ، ہرات، اصفہان و حجاز، حج کے لیے سفر کیے۔(۳)

ابراہیم الخیامی (الخمام، خیام) نیشاپوری پانچویں صدی کے اواخر اور چھٹی صدی کے اوائل کے معروف بزرگ شاعروں اور ریاضی دانوں میں سے ہیں۔(۴) نام ''عمر'' لقب ''غیاث الدین'' کنیت ''ابوالفتح''، تخلص ''خیام'' اور وطن نیشاپور تھا۔ آبائی پیشہ خیمہ دوزی تھا، اسی لیے خیام کہلائے اور اپنے لقب سے

مشہور ہوئے۔ والد محترم کا نام ''ابراہیم'' تھا۔ خیام کی تاریخ پیدائش میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض مورخین نے ۴۵۷ھ تحریر کیا ہے جبکہ سیّد سلیمان ندوی کے نزدیک ۴۴۵-۴۱ھ ہے۔

وہ قدیم ترین ماخذ جس میں خیام کا ذکر آیا ہے نظامی عروضی کا ''چہار مقالہ'' ہے اس سے متعلق نظامی عروضی کی بات کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ وہ ۵۰۶ھ میں ''بلخ'' کے بردہ فروشوں کے بازار میں خواجہ امام عمر خیامی کی خدمت میں پہنچا اور عیش ونشاط کی محفل میں اس سے سُنا کہ وہ کہا کرتا تھا کہ ''میری قبر ایک ایسے مقام پر ہوگی کہ جہاں ہر موسم بہار میں نسیم شمال مجھ پر گل افشانی کرے گی''۔

جب سال ۶۳۰ھ میں نیشاپور پہنچا تو اس کی وفات کو چند برس (یا چار سال) بیت چکے تھے۔ (۵)

یوں تو آپ اپنے دور کے عظیم ریاضی دان، فلکیات کے جید عالم، نامور فلسفی، منجم اور مفکر تھے تاہم شعر گوئی میں بھی خاص شغف رکھتے تھے۔ عربی لغات اور قرآن کریم کی تفسیر میں 'یدِ طولیٰ' رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ کو علمِ نجوم میں کامل مہارت اور دسترس حاصل تھی۔ آپ کے حالات زندگی مفصل کسی تذکرہ میں موجود نہیں ہیں تاہم بالاتفاق ثابت ہے کہ خیام نے کچھ مدت امام ہمام موفق کی درسگاہ میں رہ کر تعلیم حاصل کی (۶) اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نظام الملک طوسی، (معروف سلجوقی عہد کے وزیر) حسن بن صباح اور خیام ہم درس تھے۔ (۷)
بہر حال یہاں پر ہمیں ان کی شاعری سے کلام ہے۔ خصوصاً شاعری کی صنفِ سخن ''رباعی'' اُن کی وجہ شہرت بنی اور اس صنف نے خیام کو ریاضی دان، مفکر، فلسفی اور ماہر نجوم سے بڑا ایک شاعر بنا دیا۔ پانچویں صدی کا یہ معروف شاعر خیالات کا ایک انبوہ لیے بیٹھا تھا۔ موضوعات کے اعتبار سے خیام کی رُباعیات بہت عام فہم، سادہ اور سہل انداز میں نہایت لطیف اور حکیمانہ افکار سے پُر ہیں۔ ان میں زیادہ تر دنیا کی بے ثباتی، خوش دلی کی ترغیب، شراب، تعریف، مسئلہ جبر اور توبہ واستغفار کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔ اُن کے نزدیک یہ دنیا دکھوں کا گھر ہے، انسان کو لمحات مسرت بہت کم نصیب ہوتے ہیں اور انسان اس دنیا میں بالکل بے بس اور مجبور ہے۔ مگر ان حالات میں شاعر عشق کوشی اور نشاط طلبی کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔ اس کی عشرت پرستی اور لذت پرستی یونانی مفکر ''اپیکورس'' کی یاد دلاتی ہے۔ شراب کی تعریف میں خیام کو فارسی شاعری کا ''ابو نواس'' کہا جا سکتا ہے۔

ان کی اہل مغرب کے ہاں قدر افزائی شاید اسی لیے ہے کہ وہ حکیم موصوف کو محض خمریات یعنی شراب ومعشوق میں ہی شرابور سمجھتے ہیں۔ چنانچہ دانایان یورپ کے سرمایہ ناز مسٹر فٹز جیرالڈ نے بھی اسے ''دی ایڈمائیر آف دی بیوٹی فل گرلز۔ پلنگ اینڈ بلنگ'' کے سوا کچھ نہ سمجھا اس سے زیادہ بڑھے تو دانندہ فلکیات کہہ دیا اور زیادہ سے زیادہ ترقی کی تو سرکش بندہ مان لیا۔ (۸) یورپ میں خیام کو اپنی رباعیات کی وجہ سے بڑی شہرت اور مقبولیت نصیب ہوئی۔ ان کے تراجم اب دنیا کی تقریباً تمام اہم زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ خیام کی

شاعری کا کل سرمایہ چند رباعیات ہیں اور انھی کی بدولت ان کو عالمگیر شہرت ملی۔ان رباعیات کی صحیح تعداد کا تعین ایک بہت بڑا مسئلہ رہا ہے۔چھیاسٹھ سے لے کر ایک ہزار دو سو تک بیان کی گئی ہیں۔یہ اختلاف بھی ان رباعیات کی شہرت کی ایک واضح دلیل ہے۔اُن کی شہرت کا سب سے بڑا سبب جیرالڈ کا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔اس منظوم ترجمہ کے ذریعے مترجم نے پہلی مرتبہ خیام کی شاعری اور فلسفہ زندگی کو اس طرح روشناس کرایا کہ انگریزی دان دنیا اور مغربی حلقے اس نئی دلفریب اور جاندار آواز کو سن کر محوِ حیرت رہ گئے،لیکن بدقسمتی سے خیام کو مغرب میں ایک فلسفی،ماہر نجوم و ہیئت دان نہیں بلکہ شراب و شاہد کے پرستار کی حیثیت سے مقبولیت حاصل ہوئی۔اس طرح خیام کے متعلق جو کچھ لکھا گیا اس پر مغرب کی چھاپ زیادہ ہے اور اصلی خیام بے چارہ کہیں نظر نہیں آتا بلکہ یورپی مذاق کے مطابق انگریزی زبان میں پیش کرتے ہوئے بڑی ہنر مندی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔"فٹز جیرالڈ" نے خیام کے خیالات کو پسند کیا اور پھر انھیں اپنے رنگ میں پیش کیا۔انھی غلط ترجموں کی وجہ سے یورپ والے عمر خیام کو شرابی،فاسق اور فاجر خیال کرتے ہیں مگر یہ خیال بالکل لغو ہے۔

جن لوگوں نے خیام کو شراب نوش اور بدعقیدہ مانا ہے،انھوں نے اس کے اشعار پر غور نہیں کیا۔

یا غزالی کی طرح اس کے قائل ہیں کہ ہر حکیم کافر ہوتا ہے کہ وہ بھی اسی خیال سے دیکھا جاتا ہے وہ کہتا ہے:

کفر چو منی گزاف و آسان نبود
محکم تر از ایمان من ایمان نہ بود
در دھر یکی چون من و آنہم کافر
پس در ھمہ دھر یک مسلمان نہ بود(۹)

اس میں شک نہیں کہ عمر خیام آزاد منش آدمی تھے اور اپنی رباعیات میں اکثر رندانہ جذبات ظاہر کرتے ہیں۔مگر خواجہ حافظ شیرازی کی طرح دنیا میں بہت سے بادہ پرست ہیں اور خوش قسمت بھی ہیں کہ جن کی شراب کو لوگوں نے معرفت کی شراب سمجھا۔ایک خیام ہی بدقسمت ہے کہ اس کی شراب کو بھٹی والی شراب سمجھا گیا۔ایک رباعی پیش خدمت ہے:

ساقی مئے معرفت مرا مکرمت است
در مشرب بے معرفتان معصیت است
بے معرفت آدمی چہ کار آید ہیچ
مقصود ز آدمی ہمیں معرفت است (۱۰)

یعنی اے ساقی!معرفت کی شراب میرے لیے اعزاز اور معرفت لوگوں کی نظر میں گناہ ہے۔انسان معرفت کے بغیر نا کارہ ہے،کیونکہ وہ اس لیے پیدا کیا گیا کہ معرفت حاصل کرے۔

خیام کے جس قدر قدیم اور مستند سوانح نگار ہیں،ان میں سے کسی نے خیام کی بادہ پرستی اور

امرد پرستی اور مے خواری کا ذکر کیا؟ اشارہ تک نہیں کیا، یہاں تک کہ ان کے دشمن کا تب اصفہانی قفطی اور ابن دایہ کہ جنھوں نے اس پر الحاد و طبیعت پرستی کا الزام لگایا ہے، انھوں نے بھی اس کے اس "وصف" کا ذکر تک نہیں کیا۔ صرف رباعیات کے حوالے سے اُن کو بادہ نوش کہنا مشکل ہے۔ ان کی رباعیات چار قسم کے مضامین کی حامل ہیں:

- خدا کی ہستی اور دنیا کے بھید کو سمجھنے میں ہماری عقل قاصر ہے۔
- ہر چیز کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے۔
- دنیا کی ہر ایک چیز فانی ہے۔
- خیام کی بہت سی رباعیات اپی کیورس کے فلسفہ کو واضح کرتی ہیں۔

یعنی کھاؤ، پیو اور عیش کرو۔ وہ عیش و نشاط و کامرانی کو زندگی کا ماحصل گردانتا ہے۔ شاید اسی فلسفہ سے متاثر ہو کر ''بابر'' نے کہا تھا بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ یعنی کہ دنیا فانی ہے کھاؤ پیو اور موج اڑاؤ۔ خیام کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں فصاحت و بلاغت کی انتہا اور سلاست و روانی پائی جاتی ہے۔ تصنع سے دور، خیام کو آرائشِ سخن کی فکر نہیں ان کے ہاں شاعرانہ تخلیلات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ وہ ہریالی دیکھ کر چونک جاتا ہے کہ یہ سبزہ خاک سے نکلا ہے اور یہ خاک کل انسان کا جسم تھا۔ ویران محل دیکھتا ہے تو سوچتا ہے کہ کل یہاں بادشاہ رہتے تھے اور آج یہاں جنگلی جانور اور وحشی پرندے ٹھہرے ہوئے ہیں؟ نظامِ عالم، اسرارِ کائنات اور موجودِ ہستی کے نکات جس دلربا طریقہ سے خیام کے ہاں ملتے ہیں یہ انھی کا خاصہ ہے۔ مثال کے طور پر یہ مثنوی:

آن قصر کہ بہرام در و جام گرفت
آہو بچہ کرو و شیر آرام گرفت
بہر ام کہ گور می گرفتے ھمہ عمر
بنگر کہ چگونہ بہرام گرفت(۱۱)

یعنی وہ محل جس میں بہرام (ایرانی سامانی کاندان کا پانچواں بادشاہ) شراب پیا کرتا تھا، اب اس میں ہرنی بچے دے رہی ہے اور شیر آرام کر رہے ہیں۔ وہ بہرام جو ہمیشہ گورخر (جنگلی جانور) کا شکار کیا کرتا تھا، اُسے قبر نے دبوچ لیا ہے۔ (خود گور کا شکار ہو گیا ہے)۔

خیام کی ایک اور خصوصیت اس کا اچھوتا انداز بیان ہے۔ وہ چونکہ ذوقِ لطیف اور حساس طبیعت کا مالک تھا لہٰذا وہ شاعری کی نیت سے نہیں بلکہ فطری مناظر اور گل و سبزہ، صبح و شام، چاندنی رات، ابر و باران کو دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے کہ اُس کے کلام میں موت کی اتنی تکرار ہے وہ تو موت کے ذکر سے مے نوشی اور خود فراموشی کا سبق دیتا ہے اور اُس کو نئے نئے انداز میں بیان کرتا ہے۔ مثلاً:

چون ابر نبود روزہ رخ لالہ بشست
بر خیز و بجام بادہ کن عزم و رست سبزہ
این کہ امروز تماشا گہ تست
فردا همہ از خاک تو بر خواهد رست(۱۲)

یعنی جب نوروز (موسم بہار) کے دن بارش نے گل لالہ کا منہ دھودیا ہے اُس وقت تو اُٹھ اور پیالہ بھر کے نیت صاف کرے، پلانے میں پس وپیش مت کر یہ سبزہ تو آج تمھاری تفریح گاہ ہے، کل تمھاری قبر پر اُگے گا۔

خیام کے کلام کی ایک خوبی وزنی اور متین ہونا ہے۔ وہ بذلہ گوئی اور ظرافت سے کام نہیں لیتا، جب کوئی نکتہ اس کے ذہن میں آجاتا ہے تو اسے ظاہر کرنے کے لیے لفاظی یا صنعت گری سے مدد لیے بغیر کہہ جاتا ہے۔ اس کے تحت الشعور میں کچھ بنیادی باتیں ہیں۔ موت کا احساس، ناپائیداری زندگی، بے اعتباری روزگار، اپنی بے خبری، بہت جستجو کی کچھ نہ پایا، دُنیا میں کیوں آئے؟ یہاں سے کیوں جائیں گے؟ بلا شبہ جو بھی صاحب شعور ہوگا، وہ خیام کے نتائج فکر سے متاثر ہوگا۔ مگر خیام اپنے تاثرات کے نتائج تفصیل سے نہیں کہتا بلکہ اپنے اسلوب مختصر نگاری و کم گفتاری کے طور پر صرف اشارے کر دیتا ہے کہ زندگی کو غنیمت سمجھو اور خوش رہو:

ترس اجل و بیم فنا هستی تست
ورنہ ز فنا شاخ بقاء خواهد است
من از دم عیسوی شدم زندہ بجان
مرگ آمد و از وجود من دست بہ شست(۱۳)

یعنی موت کا ڈر ہے کہ فنا کا خوف در حقیقت تیری فطرت ہے۔
ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ فنا سے ہی بقا حاصل ہوتی ہے۔ میری جان عشق کی عیسیٰ نفسی سے زندہ ہو گئی ہے۔ اس لیے موت میرے پاس آئی اور میری طرف سے مایوس ہو گئی۔

مذکورہ بالا خیالات خیام سے پہلے بھی کئی شاعروں اور فلسفیوں نے ظاہر کیے ہوں گے، خصوصاً ابوالعلاءمعری عربی کا مشہور شاعر کہ خیام نے شاید کم سنی میں اس کا دور دیکھا ہو۔ اس کے خیالات کا عکس رباعیات پر بہت گہرا ہے۔ اس نے یقیناً ایرانی حکما و شعرا میں سے فردوسی کا مطالعہ کیا ہوگا، اور بھی ایسے شواہد ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دوسرے شعرا سے بھی متاثر ہوا۔ خود خیام سے متاثر ہونے، اس کے خیالات کو اپنانے والے لوگوں نے رباعی میں اس کی تقلید کی ان میں سے حافظ سرفہرست ہیں۔ ان کے اشعار میں خیام کی جھلک نظر آتی ہے:

این کہنہ رباط را کہ عالم نام ست
آرام گہ ابلق صبح و شام است

بزمے است کہ وا ماندہ صد جمشید است
قصریست کہ تکیہ گاہ صد بہرام است(۱۴)

یعنی یہ پرانی سرائے کہ جس کا نام دنیا ہے اور جو چتکبری صبح وشام کی آرام گاہ (قیام گاہ) ہے ۔یہ وہ محفل ہے جس میں سینکڑوں جمشید تھکے ہیں ۔وہ محفل ہے جس میں سینکڑوں بہرام لوٹے پڑے ہیں ۔

خیام جوانی ہی میں علوم وفنون پر عبور حاصل کر چکا تھا ۔ذکاوت اور ذہانت فطری تھی ۔قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ اصفہان میں ایک کتاب کا مطالعہ کیا اور نیشاپور میں آ کر ساری کتاب زبانی لکھوا دی، جب اصل کتاب کے ساتھ ملایا گیا تو ایک حرف کا بھی فرق نہیں تھا ۔خیام لغت، تفسیر، تاریخ فقہ، سائنس خصوصاً ٹھوس دھاتیں (سونا، چاندی) کے علوم کا ماہر، فن نجوم و ہیئت وتقویم کا استاد تھا اور اس کی خصوصیت وشہرت ماہر ریاضی، فلسفہ بوعلی سینا پر عبور کی وجہ سے تھی ۔چونکہ وہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے اسی بنا پر انھوں نے عربی و فارسی دونوں زبانوں میں اپنی شاہکار تخلیقات چھوڑی ہیں ۔

پانچویں صدی ہجری کے اس معروف شاعر کی تصانیف نہ صرف ان کے اپنے دور میں مقبول تھیں بلکہ علمی وتحقیقی اور تجرباتی طور پر بہت بلند درجہ رکھتی تھیں، مگر آشوب زمانہ کے ہاتھوں اب یہ نایاب ہو چکی ہیں ۔ایسے حالات میں اس یگانہ روزگار شخصیت کے صحیح علم وفضل اور کمالات نجوم و ہیئت کے بارے میں معتبر اور علمی مواد کا دستیاب ہونا دشوار ہے تاہم جو آثار دستیاب ہیں اُن سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف شاعر نہ تھا بلکہ اپنے عہد کی ایک باکمال شخصیت تھا ۔قسمت کی ستم ظریفی کا یہ عجیب رنگ ہے کہ شاعری کو خیام نے اپنے لیے باعث افتخار نہ سمجھا تھا اور جو اس کے لیے اوقات فرصت کے مشغلے سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی، آج وہی اس کی عالمگیر شہرت کا سبب بنی ہوئی ہے ۔

خیام نے تقریباً دس کتابیں اور تیس رسالے تصنیف کیے ۔ان کی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔

پہلا دور: جب وہ فنون کی طرف متوجہ ہوئے ۔

دوسرا دور: جب وہ علوم کی طرف راغب ہوئے ۔

تیسرا دور: جب وہ حج بیت اللہ کے بعد گوشہ نشین ہوئے، یعنی عبادت الٰہی اور غور وفکر میں وقت گزارنے لگے ۔

خیام کی نسبت ابوالفضل بیہقی نے لکھا ہے اور شہرزوری نے اس کو نقل کیا ہے کہ ”وہ تصنیف میں بخیل تھا“ بیہقی ۵۰۷ھ میں اس سے ملا تھا، یہ خیام کے زندگی کے آخری سال تھے ۔اِن تذکرہ نویسوں نے ان کی تعلیم وتصنیف کے عدم ذوق کو علمی وتعلیمی بخل پر محمول کیا ہے ۔لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے ۔جس شخص نے بڑی محنت سے ”جبر ومقابلہ“ کے اصول پر لاجواب کتاب تصنیف کی اور اصول اقلیدس پر محققانہ کتاب تحریر کی

ہو، مشاہدات فلکی کی زیچ تیار کی ہو اس کو بخیل العلم کیسے کہا جا سکتا ہے ۔سیّد سلیمان ندوی نے بڑی احتیاط کے ساتھ ان کی تصانیف کا ذکر کیا ہے جو تعداد میں اکیس ہیں ۔تا ہم اِن تصانیف کی درست فہرست درج ذیل ہے:

۱۔رسالہ مکعبات، ۲۔رسالہ جبر و مقابلہ، ۳۔رسالہ شرح ما اشکل من مصادرات اقلیدس، ۴۔زیچ ملکشاہی، ۵۔رسالہ مختصر در طبعیات یا لوازا لامکنہ، ۶۔میزان الحکم یا رسالہ فی الاحتیال لمرقہ مقداری لذہب والفقہ، ۷۔رسالہ کون و تکلیف و رسالہ اسلہ ثلاثہ، ۸۔رسالہ فی کلیات الوجود (فارسی)، ۹۔رسالہ اوصاف یا رسالۃ الوجود (عربی)، ۱۰۔رسالہ موضوع علم کلی و وجود (عربی)، ۱۱۔بعض عربی اشعار، ۱۲۔رباعیات (فارسی)، ۱۳۔مکاتبات خیام (فارسی)۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) فروغی، ص ا (۲) فروغی، ص ۴

(۳) فروغی، ص ۴

(۴) صفا، ص ۵۲۳، ج دوم ۔نظامی عروضی، ص ۶۲ ۔۶۴، سمرقندی، ص ۸۸

(۵) صفا، ج ۲، ص ۵۲۴ (۶) فروغی، ص ۳

(۷) سید مرتضٰی حسین، ص ۸۷ ۔فروغی، ص ۲ ۔صفا، ص ۵۲۶

(۸) آغا شاعر دھلوی، ص ۸، دیباچہ (۹) فروغی، ص ۸

(۱۰) سید مرتضٰی حسین، ص ۱۵۶ (۱۱) فروغی، ص ۷۲

(۱۲) فروغی، ص ۷۷ ۔سید مرتضٰی حسین، ص ۱۳۳

(۱۳) سید مرتضٰی حسین، ص ۱۳۱ (۱۴) فروغی، ص ۷۵

مآخذ

۔فروغی محمد علی آغا دکتر غنی، رباعیات حکیم خیام نیشا پوری، ۱۳۲۱ انتشارات کتابفروشی زوار، تہران، شاہ آباد۔

۔صفا، ذبیح اللہ، تاریخ ادبیات در ایران، ج/ دوم، چاپ یازدھم ۱۳۷۱، چاپخانہ امین، تہران۔

۔مرتبہ پروفیسر حمید اللہ ھاشمی، رباعیات عمر خیام 2011 عیسوی، ناشر الفیصل، غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور

۔نظامی عروضی، سمرقندی چہار مقالہ 1909 میلادی چاپ لیدن

۔سمرقندی، دولت شاہ، تذکرۃ شعراء، (بے تا)، چاپ ھند

۔سید مرتضٰی حسین فاضل، احوال و رباعیات خیام ۱۹۶۵ عیسوی ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز، کشمیری بازار، لاہور

۔آغا شاعر قزلباش دھلوی خمکدہ خیام، ۱۹۷۶ اشاعت دوم، ناشرین قزلباش صدر کراچی ۳، پاکستان۔

✿✿✿